خرم مرادؒ کی وصیّت

محترم خرم مراد جنوری ۹۶ میں علاج کے لیے برطانیہ گئے تھے۔ فروری ۹۶ میں انھوں نے اپنی اولاد کے لیے ایک تفصیلی وصیت نامہ تحریر کیا جو ۱۹ دسمبر ۹۶ کو ان کی وفات کے بعد ان کی اولاد کو دیا گیا۔ انھوں نے اپنی اولاد کو اسے افادہ عام کے لیے شائع کرنے کا اختیار دیا تھا۔ یہ وصیت نامہ ذیل میں پیش کیا جا رہا ہے۔ (مدیر)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ کسی مسلمان پر دو راتیں ایسی نہ گزرنا چاہییں کہ اس کے پاس وصیت کے قابل اشیا اور امور کے بارے میں لکھی ہوئی وصیت موجود نہ ہو (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم)۔ میں یہ وصیت حضورؐ کے اسی ارشاد کی تعمیل میں لکھ رہا ہوں۔

موت سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ یہ کسی وقت بھی آسکتی ہے' کہیں بھی آسکتی ہے' اچانک بھی آسکتی ہے' اس طرح بھی آسکتی ہے کہ کوئی پاس نہ ہو' پاس ہوں تو اہل و عیال نہ ہوں' ہوں بھی تو ان سے کچھ کہنے کا موقع نہ ملے' اور کسی چیز کے بارے میں وصیت کرنے کی نوبت نہ آئے۔ اِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ اِذَا جَآءَ لَا یُؤَخَّرُ لَوْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (نوح ۷۱: ۴۔ حقیقت یہ ہے کہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت جب آ جاتا ہے تو پھر ٹالا نہیں جاتا۔ کاش تمھیں اس کا علم ہو) اور فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ (یٰسٓ ۳۶: ۵۰۔ اور اس وقت یہ وصیت تک نہ کر سکیں گے' نہ اپنے گھروں کو پلٹ سکیں گے)۔ موت آتی ہے تو دنیا کی ہر چیز سے ہر قسم کے روابط اور تعلقات بالکل منقطع ہو جاتے ہیں' کسی چیز پر کوئی قدرت باقی نہیں رہتی' ہر قسم کے معنوی اور مادی اسباب و وسائل چھوٹ جاتے ہیں' کسی چیز کے بارے میں کسی تصرف کا اختیار نہیں رہتا۔ وصیت ہر وقت تیار رکھنے کی ہدایت اس لیے ہے کہ تمام امور و معاملات بہ حسن و خوبی سلجھ سکیں' حقوق اور دیون کی ادائیگی کا بندوبست ہو سکے' امانتیں ادا ہو سکیں' اور حتی الامکان وہ چیزیں انجام پا سکیں جو انسان چاہتا ہے۔

وصیت ہر وقت تیار رکھنا اس بات کی مسلسل یاددہانی کے لیے بھی مفید ہے کہ ایک دن سے زیادہ' آج کے دن کے بعد' زندگی کا کوئی اعتبار نہیں کہ وہ رہے گی یا نہیں۔ اس یاددہانی سے وہ کیفیت پیدا ہوتی ہے کہ جسؐ کی تعلیم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں دی ہے: صبح ہو تو شام کی امید نہ رکھو۔ شام ہو تو صبح کی نہ

رکھو۔ دنیا میں ایک مسافر یا راہ گیر کی طرح رہو۔

لیکن افسوس کہ سب جانتے اور بوجھتے بھی سستی اور ٹال مٹول ایسی غالب رہی کہ صبح ہوتی رہی اور شام ہوتی رہی مگر وصیت لکھنے کی نوبت آ رہی ہے تو آج--- آج جب کہ عمر کی ۶۳ منزلیں گزر چکی ہیں، اور موت، جو کبھی بھی کچھ دور نہ تھی، مسلسل قریب آتی رہی ہے، اور اب تو بہت ہی قریب آگئی ہے۔ (یہ افسوس اور ندامت اس لیے کہ میرا معاملہ ہر عام آدمی کی طرح کا معاملہ نہیں، جسے وصیت تیار رکھنے کی ہدایت کی گئی ہے۔ پہلے ہارٹ اٹیک کے بعد، جو نومبر ۱۹۶۶ میں ہوا اور سب سے سخت اٹیک تھا، اللہ تعالیٰ نے مجھے اب تک ۳۰ سال کی بونس عمر دی ہے، مہلت دی ہے۔ اس طویل مدت میں، میں ایک عام آدمی سے کہیں زیادہ مسلسل روز بروز بڑھتے ہوئے موت کے خطرے کی زد میں رہا ہوں۔ اس مدت میں مزید چار ہارٹ اٹیک ہوئے، تین دفعہ ایمبولینس میں انتہائی نگہداشت میں گیا جس سے واپسی کا امکان کم ہی ہوتا ہے، ۲۰ سال سے انجائنا ہے، ۴ دفعہ اینجیو گرافی ہو چکی ہے، دو دفعہ بائی پاس سرجری ہو چکی ہے، صرف بائی پاس نہیں بلکہ والو کی وجہ سے اوپن ہارٹ سرجری ہوئی، ایک والو پلاسٹک کا ہے۔ ۱۹۹۱ کے ہارٹ اٹیک کے بعد انجائنا برابر بڑھ ہی رہا ہے، اب نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ تیسری سرجری کے بارے میں سنجیدگی سے غور ہو رہا ہے۔ دو ہفتے لاہور میں قلب کے وارڈ میں گزار کر اب انگلینڈ میں ہوں۔ ۸ فروری کو پھر اینجیو گرافی پیشِ نظر ہے تاکہ آیندہ کا لائحہ عمل طے کیا جا سکے---- جو تقریباً یقینی ہے کہ آپریشن ہی ہو گا۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ۔ میں بظاہر مذاق میں کہتا رہا ہوں کہ اگر مجھے کچھ ہو جائے اور میری میڈیکل ہسٹری چھپے، تو لوگوں کو تعجب اس پر نہیں ہو گا کہ یہ کیوں مر گیا، بلکہ ہو گا تو اس پر ہو گا کہ یہ اب تک زندہ کیسے رہا۔

لیکن اس سب کے باوجود بھی وصیت نہ لکھی جا سکی! یہ غفلت کچھ وصیت کے معاملے ہی میں نہیں ہے۔ ساری بد عملیوں اور محرومیوں کا حال یہ ہے کہ سب کچھ جانتے بوجھتے بھی ہوتی رہی ہیں۔ انھی کوتاہیوں کی نذر عمر کا بیش تر سرمایہ وقت ہو گیا ہے۔

ایسا نہیں کہ سستی اور ٹال مٹول کی اس طویل مدت کے دوران میں، موت سے بالکل غافل، یا وصیت لکھنے کی فکر سے خالی رہا ہوں۔ موت کو یاد رکھنے کی کوشش بہت عرصے سے رہی ہے۔ ۱۹۸۲ کے بعد اور زیادہ۔ گذشتہ ۵ سالوں میں تو وقتاً" فوقتاً" یہ مراقبہ بھی کرتا رہا ہوں کہ ایک سانس آئی، پتا نہیں دوسری آئے گی یا نہیں، آئے گی تو اللہ کے اذن سے۔ ایک دفعہ دل دھڑکا، دوسری دفعہ دھڑکے گا یا نہیں پتا نہیں، دھڑکے گا تو اللہ کے حکم سے۔ رات کو سوتے ہوئے موت کو یاد کر کے ہی، بھول نہ جاؤں تو یہ کہتا ہوں کہ اِنْ اَمْسَکْتَھَا فَارْحَمْھَا (اگر تو اس کو روک لے تو اس پر رحم فرما)۔ ۱۹۸۲ کے آپریشن سے پہلے تم سب کے نام، دوسروں کے نام بھی، خط بھی لکھ لیے تھے اور وصیت بھی نرس کے حوالے کر دی تھی۔ گذشتہ ایک

سال سے تو مسلسل فکر لگی رہی ہے۔ لیکن بس لکھنے کے دوسرے کام اتنا وقت لیتے رہے کہ نوبت نہ آئی۔ لاہور کے ہسپتال میں تو لکھنا شروع کر دی تھی، لیکن پھر سلسلہ ٹوٹ گیا۔ اب یہاں فاروق کے گھر میں آج ۲۷ جنوری ۱۹۹۶ کو نئے سرے سے لکھنا شروع کر رہا ہوں۔ "ترجمان القرآن" کا کام اب بھی سر پر ہے۔ بس اللہ سے دعا ہے کہ وہ اسے مکمل کروا ہی دے۔

عمومی توصیات

مجھ سے جدائی پر تمھیں جو رنج و غم ہوگا، اس کا مجھے بخوبی اندازہ ہے۔ جتنی محبت ہوتی ہے اور تعلق ہوتا ہے، اتنا ہی جدائی پر رنج و غم زیادہ ہوتا ہے۔ تم کو مجھ سے جس قدر محبت ہے، اس میں مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس لیے تمھیں جس قدر رنج و غم ہے، اس میں بھی مجھے کوئی شبہ نہیں۔ اس بارے میں چند باتیں سامنے رکھو، اور ان پر عمل کرو، اللہ تعالیٰ اس معاملے کو تمھارے لیے اور میرے لیے ابدی خیر و برکت کا ذریعہ بنا دے گا۔ تمھیں اپنی کیفیات پر قابو پانے میں بھی مدد ملے گی۔

۱۔ دل کا غم، اللہ کی اس رحمت کی برکت ہے جو اس نے تمھارے دل میں رکھ دی ہے۔ دل کی رقت اور آنکھوں کے آنسو بھی اس کی رحمت کا فیضان ہیں۔ اس غم کو اور اس نمی کو اللہ کا عطیہ سمجھو۔ دل کی ایسی سختی کہ وہ حوادث پر پگھل کر نہ دے، اور آنکھوں کی ایسی خشکی کہ وہ بہہ کر نہ دیں، اللہ کی رحمت سے دوری اور محرومی کی علامت ہے۔ اس بات کو اچھی طرح یاد رکھنا۔ یہ مرہم کا کام بھی کرے گی، سہارے اور اجر کا باعث بھی بنے گی۔

۲۔ حضورؐ نے خود بالکل ایسے ہی موقع کے لیے فرمایا، جب آپؐ خود ایسی ہی کیفیت سے دوچار تھے: بے شک ہم جدائی پر غمگین ہیں، آنکھیں غمناک ہیں، لیکن اللہ کے فیصلے پر راضی ہیں۔ حضورؐ کے اس سہارے میں تسلی اور صبر کا سامان بھی پاؤ گے، اور رنج و غم کی وہ حد بھی جہاں تم کو رک جانا چاہیے۔ رنج و غم میں بھی حضورؐ کے اتباع کی نیت ضرور رکھنا۔ آپؐ سے قربت نصیب ہوگی، جو خود تسلی اور سہارے کا بڑا سامان ہے۔ پھر اس غم و اندوہ کا اجر بھی ملے گا، اور اللہ کی محبت بھی نصیب ہوگی۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ اور یہ قیمتی ہدایا کچھ نہ کچھ مجھے بھی پہنچیں گے، اِنْ شَآءَ اللّٰہ۔

۳۔ جو چیزیں اللہ کو پسند نہیں، اس کو ناراض کرتی ہیں، انھیں بھی یاد رکھنا، اور ان سے بچنا، یہ باتیں ایمان کے منافی ہیں ــــ دل اور آنکھ تمھارے اختیار میں نہیں، ان کو روکنا اور تھامنا ضروری بھی نہیں، بلکہ

یہ کیفیات اللہ کا عطیہ ہیں۔ لیکن زبان کو تھامنا ضروری ہے۔ ۱ "ہمارے اختیار میں ہے۔ کوئی ایسی بات منہ سے نہ نکلے جو رضا بالقضا کے خلاف ہو۔ جزع و فزع نہ ہو، گلہ شکوہ نہ ہو، یاس و حسرت نہ ہو۔ یہی روش تمھاری طرف سے میرے لیے سب سے پہلا بیش قیمت ہدیہ ہو گا، جو ان کٹھن مقامات پر میرے بہت کام آئے گا، جن سے آنکھ بند ہوتے ہی مجھے دوچار ہونا پڑے گا۔ اور ان شاء اللہ، تمھارے لیے بھی بے معنی اور لاحاصل کلمات کے مقابلے میں یہ طرز عمل زیادہ سے زیادہ اجر کا باعث ہو گا۔

۴۔ سب سے بڑھ کر اس بات کی نگہداشت کرنا کہ زبان سے کوئی لفظ حسرت کا ہرگز نہ نکلے، نہ دل کسی حسرت میں مبتلا ہو۔ یہ تو ہرگز نہ کہنا، نہ سوچنا کہ "اگر! کاش.... ایسا ہوتا.... ایسا نہ ہوتا، تو یہ نہ ہوتا"۔ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ "لو (کاش، اگر) شیطانی عمل کا دروازہ کھول دیتا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ کافروں کا قول ہے۔ تم ان کی طرح نہ ہو جاؤ جنھوں نے کفر کیا، اور سفر یا لڑائی میں مرنے والے پیاروں کے بارے میں کہتے ہیں کہ "اگر (نہ جاتے) ہمارے پاس رہتے تو نہ مرتے، نہ قتل کیے جاتے۔ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ (آل عمران ۳:۱۵۶۔ اللہ اس قسم کی باتوں کو ان کے دلوں میں حسرت و اندوہ کا سبب بنا دیتا ہے)۔

۵۔ یہ سوچ، اور یہ گفتگو، صرف حسرت کی سوزش کا سامان اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، ہو چکا، وہ اب کسی صورت پلٹایا نہیں جا سکتا۔ اس لیے بھی ہے کہ جو کچھ ہونا تھا، وہ اسی طرح، اسی وقت اور اسی مقام پر ہونا تھا، پہلے سے کوئی بھی تدبیر کر لی جاتی تو بھی اس سے مفر کی کوئی صورت نہ تھی۔ یہ دو باتیں اچھی طرح یاد رکھو گے تو رضا بالقضا کی آدھی کیفیت تو حاصل ہو جائے گی۔

بار بار یاد کرنا، خود کو، سب کو یاد دلانا کہ حکم، تدبیر اور تصریف صرف اللہ کے لیے ہے۔ اسباب جو نگاہوں سے نظر آتے ہیں، اس کی تدبیر کا ذریعہ ہیں۔ جو اللہ کی معرفت سے تہی دامن ہے، اس کی نگاہ انھی اسباب میں اٹک جاتی ہے، یہی اسباب اس کے اور رب کے درمیان حجاب بن جاتے ہیں۔

ورنہ جو کچھ پیش آتا ہے، اللہ کے حکم سے پیش آتا ہے: مَا أَصَابَ مِن مُّصِيبَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللّٰهِ (التغابن ۶۴:۱۱۔ کوئی مصیبت کبھی نہیں آتی مگر اللہ کے اذن ہی سے آتی ہے)۔ یہی دل کو سیدھا رکھنے کا نسخہ ہے: وَمَن يُؤْمِن بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهُ (التغابن ۶۴:۱۱۔ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہو، اللہ اس کے دل کو ہدایت بخشتا ہے)۔ جو مصیبت پڑ گئی، ٹل نہ سکتی تھی، جو نہیں پڑی، وہ پڑ نہیں سکتی تھی۔ سارے جن و انس مل کر بھی کوئی نقصان روکنا چاہیں، کوئی نفع پہنچانا چاہیں، تو کچھ نہیں کر سکتے)۔ رُفِعَتِ الْأَقْلَامُ وَجَفَّتِ الصُّحُفُ (قلم

اٹھا لیے گئے اور کتابیں خشک ہو گئیں)۔ خاص طور پر موت۔ کوئی بھی اللہ کے حکم کے بغیر، اس کی لکھی ہوئی مدت سے ایک لمحہ پہلے یا بعد نہیں مر سکتا۔ موت کا وقت آ جائے، کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ سبب کوئی بھی ہو۔ جہاں مرنا ہو گا، اور جس طرح مرنا ہو گا، اسی کی طرف کشاں کشاں لے جایا جائے گا۔ لَبَرَزَ الَّذِیْنَ کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقَتْلُ اِلٰی مَضَاجِعِھِمْ (آل عمران ۳: ۱۵۴۔ جن لوگوں کی موت لکھی ہوئی تھی وہ خود اپنی قتل گاہوں کی طرف نکل آتے)۔ جب ہر چیز پہلے سے لکھی ہوئی ہے، تو کسی بھی چیز کے ہاتھ سے نکل جانے پر یاس و حسرت کا شکار کیوں ہو۔ لِکَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰی مَا فَاتَکُمْ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا، مقام ابراہیم کی دعا بھی ہے، اور تسلیم و رضا کے مقام ابراہیمی کے حصول کا بڑا موثر ذریعہ بھی۔ اگر اب تک نہیں مانگتے رہے ہو تو اب باقاعدگی سے مانگنا شروع کر دو۔ بہت مفید پاؤ گے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ اِیْمَانًا یُبَاشِرُ قَلْبِیْ وَیَقِیْنًا صَادِقًا حَتّٰی اَعْلَمَ اَنَّہٗ لَنْ یُصِیْبَنِیْ اِلَّا مَا کَتَبْتَ لِیْ وَرِضًا بِمَا قَسَمْتَ لِیْ۔ (اے اللہ میں تجھ سے ایسا ایمان مانگتا ہوں جو دل میں سرایت کر جائے، اور سچا یقین، یہاں تک کہ میں یہ جان لوں کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں پہنچتی، سوائے اس کے جو تو نے میرے لیے لکھ دی، اور راضی ہو جاؤں اس پر جو تو نے میری قسمت میں کر دیا)۔

وہی پڑا جو اس نے لکھ دیا تھا۔ اس سے بڑھ کر، یہ بھی یاد کرنا کہ جو کچھ اس نے لے لیا وہ اسی کا تھا، اس لیے کہ اسی کا دیا ہوا تھا۔ جو کچھ اس نے دیا تھا، وہ عارضی مدت کے لیے ہی دیا تھا: متاعًا الی حین۔ اسے بہرحال فنا ہو جانا تھا: کل من علیھا فان۔ پھر اس پر حسرت و یاس کا کیا سوال، اور جزع و فزع کس لیے؟ بس یہ پڑھو کہ لِلّٰہِ مَا اَخَذَ وَلِلّٰہِ مَا اَعْطٰی اور اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجھ سے جدائی ہی کے معاملے میں نہیں، دنیا کی کسی بھی چیز، محبوب سے محبوب چیز، سے جدائی، اس کے چھن جانے، اس کے نہ ملنے پر، اپنے دل، سوچ اور زبان کو انھی تعلیمات سے ساتھ باندھے رکھنا۔ تم ان میں طمانیت اور سکینت کا ایک اتھاہ اور لازوال خزانہ پاؤ گے۔ دنیا کے تمام غم زائل ہو جائیں گے، تمھاری جھولی طمانیت و سکون سے بھر جائے گی۔ اجر بھی بے حد و حساب پاؤ گے۔ اس لیے کہ یہی صبر کی اصل ہے۔ اور اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ (الزمر ۳۹: ۱۰۔ صبر کرنے والوں کو تو ان کا اجر بے حساب دیا جائے گا)۔

۶۔ میں اپنے بارے میں رضا بالقضا اور حسرت و یاس سے اجتناب کی تم کو اس شدت کے ساتھ تاکید،

دو وجوہ سے کر رہا ہوں:

ایک: اس لیے کہ سلسلہ اسباب و علل کے تحت بظاہر قوی امکان اسی بات کا ہے کہ میری موت دل کے عارضے کی وجہ سے واقع ہو۔ اگرچہ مجھے یقین ہے کہ دل کی اتنی طویل بیماری کے باوجود اللہ نے کوئی دوسرا سبب لکھا ہو گا' تو وہی باعث ہو گا۔ ہو سکتا ہے مہلت ملے' ہو سکتا ہے نہ ملے۔ کسی شغل یا مصروفیت کے درمیان' یا اس کے فوراً بعد ایسا ہو۔ ایسی صورت میں سب کی نگاہ فوری سبب پر جاتی ہے۔ یہی کہا جاتا ہے کہ "یہ نہ کر رہے ہوتے' نہ کرتے ہوتے تو......" نگاہ رب الاسباب پر نہیں جاتی۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ میری تم کو یہی نصیحت ہے کہ اپنی نگاہ' طبعی سبب سے مکمل طور پر ہٹالو' فوری سبب ہو یا طویل بیماری اور میری مشغولیات کا سبب' اور صرف پردۂ غیب کے پیچھے مستور لیکن چشم دل و بصیرت کے سامنے عیاں' فاعل حقیقی کے اوپر جمالو۔ سبب اور بہانہ کوئی بھی بن سکتا تھا' حادثہ بھی ہو سکتا تھا' لیکن جو کچھ ہوا' وہی ہونا تھا' اسی وقت ہونا تھا اور اسی طرح ہونا تھا۔ جو کچھ کیا اللہ نے کیا: مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاْءُ لَمْ یَکُنْ (جو اس نے چاہا ہو گیا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا)۔ میں تو عرصے سے روز صبح وہ دعائیں باقاعدگی سے پڑھتا ہوں' جن میں یہ کلمہ شامل ہے۔ تم بھی پڑھا کرو اور ہر فرض نماز کے بعد' حضورؐ کے اتباع میں' یہ دعا بھی:

> لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اَللّٰھُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ ایک ہے' کوئی اس کا شریک نہیں' بادشاہی اس کے لیے ہے' تعریف اس کے لیے ہے' وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ' جو تو عطا کرے' اسے روکنے والا کوئی نہیں' اور جو تو روکے' اسے عطا کرنے والا کوئی نہیں)۔

خاص طور پر آج کے اس مادی دور میں--- جب ہر بات کی تعبیر مادی اسباب ہی سے کی جاتی ہے--- اس شرک خفی سے بچنے کا نسخہ یہی ہے کہ دل و نگاہ کا مرکز مَاشَاءَ اللّٰہُ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کو بنائے رکھو۔ صبر کا بھی سب سے کارگر نسخہ یہی ہے۔ وَمَا صَبْرُکَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

دوسری وجہ: جو زیادہ اہم ہے' وہ یہ ہے کہ اس کا بھی بہت امکان ہے کہ فوری وجہ اللہ کے کسی کام میں مشغولیت ہو: تقریر کرتے ہوئے' کچھ لکھتے ہوئے' کسی اجتماع میں بیٹھے ہوئے' کسی سے ملاقات کرتے ہوئے' معمول کے مطابق یا غیر معمولی طور پر کسی مصروفیت اور مشغولیت کے دوران۔ اگر سبب اللہ کا کام ہو' فوری ہو یا مستقل' تو اس کام کو مورد الزام گرداننا' نہ صرف فاعل حقیقی سے نگاہ کو ہٹالینا ہو گا' بلکہ جو کام اس کو محبوب ہے' اس کی طرف سے دل میں تنگی اور زبان پر الزام دہی' اس کو ناراض کرنے کا سبب بھی بن سکتی

ہے۔ اب بھی عموماً جماعت' جماعت کے کاموں اور جماعت کے لوگوں پر الزام رکھ دیا جاتا ہے۔ اب بھی تدابیر میں سرفہرست اسی کام کو کم کرنے کو رکھا جاتا ہے۔ آرام کے معنی اسی کام سے آرام کے ہوتے ہیں' اور دنیا کی دیگر بے شمار ذہنی مصروفیات اور ہجوم و افکار کا کوئی ذکر نہیں ہوتا۔ مجھے یہ اب بھی ناگوار ہوتا ہے' اور ڈر لگتا ہے کہ اللہ کو بھی ناگوار نہ ہو۔ اس لیے اس موقع پر میں شدت سے یہ تاکید کروں گا کہ تمھاری طرف سے ایسی کوئی بات نہ کہی جائے' نہ سوچی جائے' دوسرے کہیں تو اس کی تردید کی جائے۔ ہاں' دل میں آجائے تو کوئی بات نہیں۔

اگر اللہ کی راہ میں کام کرتے ہوئے' کوئی کام فراق کا فوری سبب بنے تو اس پر تو اللہ کا شکر بجا لانا چاہیے۔ میری تو اب دعا یہی ہے کہ اگر شہادت نصیب میں نہ ہو تو کم سے کم موت اس کا کام کرتے ہوئے آئے۔ شاید یہ آن ڈیوٹی (on duty) موت بھی کسی درجہ میں شہادت میں شمار ہو جائے۔ قتل کے ساتھ الگ سے موت کے ذکر کے کچھ معنی تو ہیں: وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔ (آل عمران ۳:۱۵۷۔ اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ یا مرجاؤ تو اللہ کی جو رحمت اور بخشش تمھارے حصے میں آئے گی وہ ان ساری چیزوں سے زیادہ بہتر ہے جنھیں یہ لوگ جمع کرتے ہیں)۔

مجھے تو اس بات کا یقین ہے کہ اگر مجھے آج تک تیس سال کی مہلت ملی ہے' اور اتنے ہارٹ اٹیک اور آپریشنوں کے باوجود ملی ہے' اور اتنی سہولت سے ملی ہے کہ دو آپریشن بالکل بلا کسی خرچ کے ہو گئے' اور اس طرح ملی ہے کہ میں ایک نارمل آدمی سے زیادہ ہی بھرپور کام کرتا رہا ہوں' تو اس کا سبب وہی برکت ہے جو اللہ کا کام کرنے سے حاصل ہوئی ہے' برا بھلا جیسا بھی کرتا رہا ہوں۔ بلکہ سوچتا ہوں تو جتنا بھرپور کام اور نتیجہ خیز وقت ان تیس سالوں میں گزرا ہے' وہ اس سے پہلے نہیں ہو سکا۔ بلکہ تحریر کا تو تقریباً سارا کام ۱۹۸۱ کے بعد ہوا ہے' جب لیسٹر (برطانیہ) میں دوسرا ہارٹ اٹیک ہوا اور اینجیو گرافی اور آپریشن کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ مجھے امید ہے کہ آیندہ بھی جو مہلت ملے گی وہ اسی لیے کہ میں اس کا کام کرتا رہوں۔ بلکہ مہلت کم ہو اور وہ کام میں گزرے' یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس کی بہ نسبت کہ مہلت زیادہ ہو اور سارا وقت احتیاط' آرام اور کچھ نہ کر سکنے میں گزر جائے۔

۷۔ صبر سے آگے تسلیم و رضا کا ایک مقام اور ہے' اور وہی اصل رضا بالقضا ہے۔ اس پر بھی اپنی نگاہ جمانے کی کوشش کرو۔ وہ یہ کہ ہر مصیبت میں خیر دیکھو جو اللہ تعالیٰ نے اس میں تمھارے لیے رکھ دیا ہے۔ اس لیے کہ وہ خیر محض ہے: وَبِيَدِهِ الْخَيْرُ' وَلَهُ الْمُلْكُ' وَلَهُ الْحَمْدُ۔ اور ہر تدبیر' تقدیر' قضا اسی کی طرف سے ہے۔ ہو سکتا ہے کہ تمھاری محدود نگاہ اس خیر کو فوراً نہ دیکھ سکے۔ ایک خیر تو یہ ہے کہ تم صبر کرو

گے' اللہ کا قرب اور معیت پاؤ گے' دنیا اور آخرت کی اعلیٰ ترین اور بیش بہا نعمتوں اور لذتوں سے لطف اندوز ہو گے۔ مصیبت نہ پڑتی تو یہ سب کچھ کیسے حاصل ہوتا! غور کرو تو نہ اس فانی دنیا کی بڑی سے بڑی نعمت' نعمت حقیقی ہے' نہ یہاں کی بڑی سے بڑی مصیبت حقیقی معنوں میں مصیبت ہے۔ ایک تو ہر ایک کو گزر جانا ہے۔ دوسرے جس نعمت پر اللہ کا شکر نہ ہو' وہ ایک مصیبت ہے' کہ جس دن لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيمِ کا منظر ہو گا' وہ بلائے جان بن جائے گی۔ اور جس مصیبت پر اللہ کے لیے صبر ہو' وہ ایک نعمت ہے' کہ اس کا بیش بہا اجر ہمیشہ کے لیے ہے۔ اسی لیے حضورؐ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی کیا خوب ہے! نعمت ملتی ہے تو شکر ادا کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے--- مصیبت پڑتی ہے تو صبر کرتا ہے اور لازوال اجر پاتا ہے۔ تم دونوں حالتوں میں یہی اجر لوٹنے کی کوشش کرنا۔ اس کیفیت اور اجر میں سے جو نصیب ہو جائے اس پر خوشیاں منانا' جو ہاتھ سے نکل جائے اس پر غم منانا' نہ کہ دنیا کی فانی نعمتوں کے نہ ملنے یا مصیبتوں کے پڑنے سے۔

ہر مصیبت میں تمھارے لیے تزکیہ و تربیت کا سامان بھی ہے اور اگر تم اسے اللہ کی طرف سے دیکھنے لگو جو كَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيمًا ہے' تو ہر مصیبت اس کی عطا ہے' لقائے دوست کا سامان ہے' اس سے ملاقات اور قرب کا ذریعہ' اور اس لیے جائے شکر بھی۔

۸۔ رضا بالقضا مجبوری کا معاملہ نہیں کہ جو ہونا تھا' وہ ہو گیا۔ بلکہ اس پر رضامندی اور پسندیدگی کا معاملہ ہے' اور اس کے بدلے میں اجر کی توقع اور اس کی لذت کی خوشی کا معاملہ ہے۔ غم تو تعلق ٹوٹنے کا ہے' باہمی محبت کی لذت' قربت کی لذت' ساتھ بیٹھنے کی لذت' بات چیت کی لذت' ختم ہو جانے کا غم ہے۔ لیکن اس سے کوئی مفر نہیں کہ یہ ختم ہو جاتی' آج نہ ہوتی تو کل ہوتی۔ لیکن انھی لذتوں کا پکا وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے صبر اور تقویٰ کرنے والوں سے۔ ایسی لذت جس کا تصور بھی تم نہیں کر سکتے: فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ أَعْيُنٍ (السجدہ ۳۲:۱۷۔ پھر جیسا کچھ آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ان کے اعمال کی جزا میں ان کے لیے چھپا رکھا ہے اس کی کسی متنفس کو خبر نہیں)۔ اور ہمیشہ باقی رہنے والی۔ نَعِيمٌ مُّقِيمٌ۔ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ۔ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا۔

دیکھو' آج جو چیز ختم ہو گئی' اسی کا وعدہ ہے کہ کل ملے گی۔ عَلَىٰ سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ میں باہم مل بیٹھنے کی لذت۔ فِي شُغُلٍ فَاكِهُونَ میں دلچسپ و لذیذ مشغولیتوں کی لذت۔ خاص طور پر بیویوں اور اولاد کے ساتھ: هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلَالٍ عَلَى الْأَرَائِكِ مُتَّكِئُونَ (یٰسٓ ۳۶:۵۶۔ وہ اور ان کی بیویاں گھنے سایوں میں' مسندوں پر تکیے لگائے ہوئے)۔ اس لذت کے مقابلے میں وہ عارضی لذت کیا مقام رکھتی ہے' جو آج ہم اور

تم سے لے لی گئی ہے۔ ایمان اور عمل صالح کے لیے کوشاں رہو، تو بس اللہ کا قطعی وعدہ ہے۔ حساب آسان ہو گا، پھر ملیں گے، ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ (الطور ۵۲: ۲۱)۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجہ ایمان میں ان کے نقش قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے] ، کا وعدہ۔ وَيَنْقَلِبُ اِلٰٓى اَهْلِهٖ مَسْرُوْرًا، اپنے اہل وعیال کی طرف شاداں و فرحاں، کامیاب و بامراد واپسی کی لذت کا وعدہ۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ (الرعد ۱۳: ۲۳)۔ یعنی ایسے باغ جو ان کی ابدی قیام گاہ ہوں گے، وہ خود بھی ان میں داخل ہوں گے اور ان کے آباو اجداد اور ان کی بیویوں اور ان کی اولاد میں سے جو صالح ہیں وہ بھی ان کے ساتھ وہاں جائیں گے] ، کا وعدہ۔

۹۔ میں نے معروف معنوں اور انداز میں تمھیں صبر کی تلقین نہیں کی ہے، نہ کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن اب تک جن باتوں کی وصیت کی ہے، ان کے ذریعے صبر کی عظیم شاہراہ کو تمھارے لیے آسان اور وسیع کر دیا ہے، اس کے دروازوں کی کنجیاں تمھارے ہاتھوں میں تھما دی ہیں۔ مجھے امید ہے کہ تم ان کنجیوں سے صبر کے، اور اس طرح جنت کے، دروازے خود اپنے لیے کھول لو گے، اور سہولت کے ساتھ اس راہ پر چلو گے۔ اس موقع ہی پر نہیں، ساری زندگی میں سکون و طمانیت اور کامیابی و سرفرازی کا راز صبر ہی میں پوشیدہ ہے۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا (الاعراف ۷: ۱۳۷)۔ اس طرح بنی اسرائیل کے حق میں تیرے رب کا وعدۂ خیر پورا ہوا، کیونکہ انھوں نے صبر سے کام لیا تھا]۔

جہاں تک موت کے سلسلے میں میری کیفیت کا تعلق ہے، وہ میں بتا دوں۔ آج کا حال یہی ہے، کل کیا ہو گا، یہ اللہ بہتر جانتا ہے۔ اس کی پسندیدہ کیفیت ہو تو وہ اسے باقی رکھے اور بڑھائے، ناپسندیدہ ہو تو اصلاح کر دے۔

اول: موت کا ڈر ایک فطری کیفیت ہے۔ میں اس سے کبھی خالی نہ رہا، آج بھی نہیں ہوں، شاید مرتے وقت بھی نہ ہوں گا۔ موت کی تکلیف کا ڈر، موت کے بعد کے مراحل کی تکلیف کا ڈر۔ طبعی خوف و ڈر سے کسی کو بھی مفر نہیں۔ پیغمبروں کو بھی نہیں۔ حضرت موسیٰؑ مصر سے نکلے تو خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ، خوف زدہ ڈرتے اور سہمتے۔ عصا سانپ بن گیا، تو ڈر کے مارے الٹے پاؤں پھرے۔ نزع کی تکلیف تو اسی دنیا کی تکلیف ہے۔ حضرت عائشہؓ کی روایات حضورؐ کے بارے میں، انسانیت موت کے دروازے پر! میں جو پڑھا ہے، دل سوچ کر ڈرتا ہی ہے۔

دوم: اس بات کا بھی اعتراف ہے کہ باقاعدگی سے' اَلشَّوْقُ اِلٰی لِقَائِکَ کی دعا کرنے اور اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْھِکَ الْکَرِیْمِ کی لذت طلب کرنے کے باوجود اس کی کیفیت سے آشنائی نہیں ہوئی۔ موت کا سوچ کر ہی' جو لقاء اللہ کا دروازہ ہے' خوف شوق پر غالب آ جاتا ہے' اور اس کے کریم چہرے پر نظر کی لذت کی آرزو بھی اس پر حاوی نہیں ہونے پاتی۔ یا شاید یہ پتا ہی نہیں کہ طبعی خوف کے ساتھ عقلی شوق و لذت کی کیفیت کس طرح جمع ہو سکتی ہے۔ کچھ سہارا ملتا ہے تو حضرت عائشہؓ کی اس روایت سے' جس میں بیان کیا گیا ہے کہ جب حضورؐ نے فرمایا: جو اللہ سے ملاقات سے محبت کرتا ہے تو وہ بھی اس سے ملاقات کو محبوب رکھتا ہے' اور جو اللہ سے ملاقات کو ناپسند کرتا ہے' اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فوراً موت کے لیے اپنی طبعی کراہیت کا سوال کھڑا کر دیا: ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں' بلکہ جب مومن کو اللہ کی نعمت' رضا اور جنت کی بشارت دی جاتی ہے تو اللہ سے ملاقات اس کو محبوب ہو جاتی ہے (او کما قال)۔ لیکن میں جب اپنے اعمال کو دیکھتا ہوں تو بشارت کی امید کم ہی ہوتی ہے' محبت اور شوق پر خوف ہی غالب آ جاتا ہے۔ پھر بھی حضرت موسیٰؑ کی طرح یہی دل کی صدا ہوتی ہے: رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ (القصص ۲۸:۲۴- پروردگار' جو خیر بھی تو مجھ پر نازل کر دے میں اس کا محتاج ہوں)۔ شاید شوق میں مانع موت کا ڈر اتنا نہیں' جتنا اپنے اعمال بد کا ڈر ہے۔

سوم: دنیا کی حد تک آج تو کم و بیش کیفیت یہ محسوس ہوتی ہے کہ کسی بھی چیز کے چھوٹ جانے کا غم اس طرح نہ لگے گا کہ ستائے گا' وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ دنیا میں بھی اب کسی مادی نقصان کا کوئی روگ جان کو نہیں لگتا۔ کوئی ایسی آرزو اور خواہش نہیں کہ جس کے پورا نہ ہونے پر حسرت اور افسوس ہو۔ بلکہ اب تو یہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کوئی رقم ہاتھ آ جائے تو اپنا کون سا شوق ہے جو پورا کروں گا' سوائے اس کے کہ دوسروں کے شوق پر خرچ کر دوں' یا اللہ کی راہ میں دے دوں۔ یا کسی کے لیے کچھ اپنے بعد کا انتظام کر دوں۔

ہاں' اگر کچھ تعلق لگتا ہے تو ایک' ان چیزوں سے جو بولی یا لکھی ہوئی موجود ہیں' مگر طباعت کے قابل نہ بنا سکا۔ یا وہ جو دل و دماغ میں ہیں' نہ لکھ سکا' نہ بول سکا۔ یا دوسرے' ان کا خیال ہے جن کی ساری خوشیوں کا انحصار ہی میرے اوپر ہے کہ ان کی گزر کیسے ہو گی۔ یا ان کا جن کا بظاہر میرے بعد کوئی بندوبست نظر نہیں آتا۔ دونوں صورتوں میں اطمینان' اللہ پر بھروسے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ اور نہ معلوم کتنے لوگ' مجھ سے کہیں بہتر' ناتمام خیالات اور مسودات چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ جب اللہ ہی کو منظور نہیں تو مجھے کیا فکر کرنا۔ اب تک جو چھپ گیا اس نے کیا تیر مار لیا اور جو بہترین کتابیں موجود ہیں دوسروں کی' ان سے ہی کیا حاصل ہو رہا ہے۔ اور کیا پتا' جس طرح ۱۹۸۱ کے بعد بہت مدت گزر گئی' اللہ تعالیٰ نے آج کے بعد بھی

مہلت رکھی ہو' اور یہ بیماری اس فرصت کے لیے بہانہ بن جائے' جو بہت سے کاموں کی تکمیل کے لیے درکار ہے۔ جہاں تک انسانوں کا تعلق ہے' اب بھی خبر گیری کرنے والا وہی ہے' اور وہ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ ہے۔ وہی کافی ہو گا وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلاً۔

تم سب کے بارے میں میری جو آرزوئیں اور تمنائیں رہی ہیں' وہ عموماً دعا کے قالب میں ڈھل کر بیان ہوتی رہی ہیں۔ تعلیم و تربیت کا کام تو میں بہت کم ہی کر سکا ہوں۔ اس لحاظ سے اپنی کوتاہیوں کا شدید احساس ہے اور امید ہے کہ تم میں سے کوئی بھی ان کوتاہیوں کے لیے قیامت کے دن میرا دامن گیر نہ ہو گا۔ ساتھ ہی اللہ کے اس عظیم الشان احسان کا شکر میرے بس سے باہر ہے کہ اس نے تم سب کو میری آرزوؤں اور میرے اعمال سے کہیں بڑھ کر نیک اور صالح بنایا' اور اپنے دین کے لیے کام کرنے والا بنایا ہے۔ لوگ اس کا کریڈٹ مجھے دیتے ہیں' لیکن میں جانتا ہوں کہ اس میں کسی کی کوشش کو دخل ہے تو تمھاری اپنی کوششوں کو' اور تم بچوں کی حد تک تمھاری امی کو۔ لیکن یہ دین تو خالص اللہ کی ہے' تم پر بھی اس کی نعمت اور میرے اوپر بھی۔

یہ آرزوئیں اور تمنائیں' کچھ کھلی اور کچھ چھپی ہمیشہ ہی رہی ہوں گی اور رہی ہیں' لیکن جب میں ۱۹۷۱ میں ڈھاکہ میں تم سب سے اس طرح جدا ہوا کہ دوبارہ ملنے کی امید کم ہی تھی' جس طرح موت جدا کرتی ہے۔ ۱۶ دسمبر ۷۱ کو اس حال میں گھر سے نکلا کہ ہر طرف گولیاں چل رہی تھیں۔ کیفیت یہ تھی کہ جانور کے پاس بھی اپنا مسکن ہوتا ہے' چند دن تو مجھے نظر نہ آتا تھا کہ کہاں پناہ لوں گا۔ کسی مخلوق سے درخواست پناہ بھی نہ کرنا چاہتا تھا' نہ بحمداللہ کی۔ پھر اللہ نے پناہ بھی دی' عزت کے ساتھ دی' حفاظت بھی فرمائی اور (بھارت میں جنگی قیدیوں کے) کیمپ میں میری موجودگی پر پردہ ڈالے رکھا۔ وہاں بھی ایک دن سروں پر سے گولیاں گزرتی رہیں' ہم اوندھے زمین پر لیٹے رہے' اور اس نے محفوظ رکھا' اور پھر بخیر و سلامتی تم سب سے لا ملایا' اور پھر باقی ماندہ زندگی' فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (انفال ۸: ۲۶۔ اپنی مدد سے تمھارے ہاتھ مضبوط کیے اور تمھیں اچھا رزق پہنچایا) کی تصویر بن گئی۔

کیمپ کی زندگی میں' تین سو آدمیوں کے پنجرے میں' انجمن کے باوجود خلوت کا مزا تھا' کہ زندگی کی کوئی دوسری مشغولیت اور فکر نہ تھی' اور تم سب کی فکر میں نے اللہ پر چھوڑ دی تھی' جیسے آج چھوڑ رہا ہوں۔ لیکن' کسی سوزش اور حسرت کے بغیر' سب سے بڑھ کر تعلق اور یاد تم ہی سے تھا۔ اس مدت میں جب اللہ نے تقریباً ہر شب ہی دعائے سحر گاہی کی نعمت بخشی' تو تمھارے بارے میں تمام آرزوئیں دعا کے قالب میں ڈھل گئیں۔ اس کے بعد سے آج تک' جب بھی اور جتنی بھی اس دعا کی توفیق دی گئی' اس میں تمھارا حصہ

رہا۔ عملاً کچھ نہ کر سکا مگر اس سے مانگتا تو رہا۔ اب آج' جو کچھ مانگتا رہا' اسی کی وصیت اور تاکید تم کو کر رہا ہوں۔ جو کچھ میں تمھیں بنتا دیکھنا چاہتا رہا ہوں' وہی تم بننے کی کوشش میں لگے رہو' یہی میری آخری تمنا ہے اور وصیت ہے۔

میرا دل اس پر شاہد ہے کہ میں نے جو کچھ مانگا تھا اللہ تعالیٰ نے تمھیں وہ بہت کچھ دیا۔ اسی لیے مجھے پوری امید ہے کہ آیندہ بھی وہ میری دعا اور تمھاری کوشش سے بہت کچھ عطا کرے گا' دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ دنیا کو میں پہلے اس لیے رکھتا ہوں کہ دنیا ہی دین اور آخرت کی کلید ہے۔ رَبَّنَا اٰتِنَا کی دعا میں اللہ تعالیٰ نے بھی اسے مقدّم رکھا ہے۔

۱۔ دنیا کی حد تک میں نے سب سے پہلے جو چیز مانگی ہے' وہ یہ ہے کہ اللہ تمھیں غنائے قلب کی دولت عطا کرے' دل کو دنیا سے بے نیاز رکھے۔ دیکھو' دین و دنیا کی اصل دولت یہی غنائے نفس ہے۔ ساری بھلائیوں کا سرچشمہ یہی ہے۔ ساری برائیوں کی جڑ یہی حب دنیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جس کے بارے میں میرا احساس ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سب کو کسی نہ کسی درجے میں عطا کی ہے۔ گویا میری دعا قبول فرمائی ہے۔ اس سے امید بندھتی ہے اور دوسری دعائیں بھی قبول ہوئی ہوں گی' وہ جو میرے اپنے بارے میں ہیں۔

جتنی یہ دولت تمھیں مل گئی ہے اس کی قدر کرنا' اس کی حفاظت کرنا' اس کو بڑھانے کی کوشش کرنا۔ جہاں کمی ہو' خلا ہو' اسے بھرنا۔ زہد ترکِ دنیا نہیں' ترکِ محبوبیتِ دنیا ہے۔ دنیا کی حلال و طیب نعمتوں سے لطف اٹھاؤ' لیکن کسی کے اسیر نہ بنو' کسی کے ساتھ دل نہ لگاؤ۔ اچھا کھاؤ' اچھا پہنو' اچھی طرح رہو' دولت بھی رکھو' کماؤ بھی' مگر کسی کے ساتھ دل نہ اٹکاؤ۔ ان کا ہونا نہ ہونا یکساں ہو جائے' اسی کی کوشش میں رہو۔ اللہ تعالیٰ فراخی عطا کرے تو بلا تامل اس کی عطا سمجھ کر سینہ سے لگاؤ۔ تنگی میں ڈالے تو بھی اس کی عطا سمجھ کر شکر ادا کرو۔ لذیذ کھانا سامنے ہو' سوکھی روٹی ہو' یا فاقہ کی نوبت' ہر ایک کو اس کا عطیہ سمجھو' ہر ایک حالت میں لطف اور مزہ لو۔ جب دل دنیا سے بے نیاز ہو گا' تو دنیا کی خاطر اس اللہ کی نافرمانی کیوں کرو گے جس کے تم ہمہ تن و ہمہ دل و ہمہ دم محتاج ہو۔ پھر اس دنیا کے چھن جانے پر' یا نہ ملنے پر رنج و غم کا کیا سوال! بس دنیا کی خاطر اللہ کی ناراضی مول نہ لینا' نہ کبھی دنیا کی خاطر جان کو غم کا روگ لگانا۔

۲۔ دنیا کی حد تک دوسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمھیں کسی مخلوق کا محتاج نہ بنائے' صرف اپنا محتاج بنائے' کسی انسان کا دستِ نگر نہ بنائے' صرف اپنا دستِ نگر بنائے' کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے کی نوبت نہ آئے' صرف اپنا سائل بنائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چند اصحابؓ سے خاص بیعت لی تھی کہ کسی سے سوال نہ کرنا۔ سواری پر سے ان کا کوڑا بھی گر جاتا تو وہ خود اتر کر اٹھا لیتے' کسی سے

درخواست نہ کرتے۔ میں اس پر عمل تو کماحقہ، کبھی نہ کر سکا' لیکن یہی میرا آئیڈیل رہا ہے۔ تمھارے لیے بھی یہی آئیڈیل ہونا چاہیے۔ حتی الامکان تم اس پر عمل کی کوشش کرو۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ ساری امیدیں صرف اللہ پر رکھو' لوگوں کے پاس جو کچھ ہے' ان کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے' اس سے ساری امیدیں قطع کر لو۔ وَاجْمعِ الْیَاسَ مِمَّا فِیْ اَیْدِی النَّاسِ۔ اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِی قَلْبِیْ رَجَاءَ کَ وَاقْطَعْ عَنِّیْ رَجَاءَ لِمَنْ سِوَاکَ۔ (اور انسانوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے' اس سے پوری طرح مایوس ہو جاؤ۔ اے اللہ' میرے دل میں صرف اپنے سے امید ڈال دے' اور اپنے علاوہ کسی دوسرے سے امید ختم کر دے) انسانی تعلقات کی بیش تر خرابیاں' اور زندگی کی بیش تر ناخوشیاں شکستہ توقعات (broken Expectations) کا نتیجہ ہوتی ہیں۔ اس طرح تعلقات بھی فساد سے پاک ہو جائیں گے' ناخوشیوں سے بھی نجات ملے گی۔

۳۔ تیسری چیز میں نے یہ مانگی ہے کہ وہ دنیا میں تمھیں حلال و طیب رزق خوب وسعت سے دے' کم سے کم اتنا ضرور دے کہ تم فارغ البالی کے ساتھ اپنی ضروریات پوری کر سکو' قناعت کے ساتھ خوش رہو اور دنیا سے حظ بھی اٹھا سکو۔

اچھی دنیا' دین کی حفاظت کے لیے ضروری ہے۔ دنیا سے اتنا حصہ لینے سے غفلت اور لاپروائی نہ برتنا۔ یہ عبادت میں داخل ہے' اور دوسری عبادتوں کے حسن کے لیے ضروری۔ اس لیے اس حد تک دنیا کمانے کو عبادت سمجھ کر ہی کام کرنا۔ لیکن یہ بھی یقین رکھنا کہ جتنا ملنا ہے' وہ ضرور ملے گا۔ حرام راستوں پر جانے سے کچھ زیادہ نہ مل جائے گا۔ وَاَجْمِلُوْا فِی الطَّلَبِ کو بھی سامنے رکھنا۔

۴۔ دنیا کے اور تلاش معاش کے' ادائیگی حقوق کے' سارے کام بھی ایک امانت ہیں' انھیں پوری امانت داری کے ساتھ کرو۔ دیانت کا دامن کبھی ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ پوری ذمہ داری سے اپنے کام پایہ تکمیل تک پہنچاؤ۔ ہر کام کو بہتر سے بہتر طریقے سے کرو' خوب سے خوب تر کے جویا رہو۔ دنیا کے ہر کام میں بھی کامیابی کو ہدف بناؤ' اور کامیابی کے بھی اعلیٰ سے اعلیٰ درجے کو۔ دین داری اس بات کا نام نہیں کہ آدمی دنیا سے لاپروائی برتے۔ ہر کام عبادت ہو گا' اگر اسے صرف اللہ کے لیے کرو گے اور معصیت سے پاک رکھو گے۔

۵۔ اصل آرزو تو یہ ہے' یہی ہے' اور یہ سب کچھ بھی اسی آرزو کی خاطر ہے' کہ اللہ کے بندے بن کر زندگی بسر کرو' مخلص اور حنیف بندے۔ بندگی یہ ہے کہ ایک طرف جو اس کی مرضیات اور اوامر و نواہی ہیں' ان کو

بھی برضا و رغبت بجالاؤ' بلکہ رضاجوئی اور محبت میں دوڑ دوڑ کر وہ کام بھی کرو' جن کو اس نے فرض نہیں کیا' مگر جن سے وہ خوش ہوتا ہے۔ محبت تو محبوب کے آنکھ کے اشارے کی منتظر رہتی ہے' کچھ کہے بغیر بھی اس کی مرضی پا جاتی ہے' اس کے چہرے پر نگاہ رکھتی ہے۔ اسی کیفیت کا اظہار نماز کے بعد تین دفعہ اس اظہار و اقرار سے ہوتا ہے: رَضِيتُ بِاللّٰہِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَبِمُحَمَّدٍ نَّبِيًّا صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ

جس نے یہ کیفیت حاصل کر لی' اس نے ایمان کا ذائقہ پا لیا' ذاق طعم الایمان۔

دوسری طرف جو اس کے تکوینی فیصلے ہوں' ان پر بھی راضی رہو۔ یعنی وہ جس طرح کہے' اس طرح خوشی خوشی کرو' اور جس طرح رکھے اس طرح خوشی خوشی رہو: رِضَا بِمَا قَسَمْتَ لِی کی اس کیفیت کا اظہار و اقرار بھی نماز کے بعد کے کلمات سے کرو۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ' لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَيْتَ وَلَا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ۔

۶۔ اللہ کے مخلص بندے بنو۔ ایک طرف تو دنیا کا کوئی بھی کام ایسا نہ ہو جو بندگی کا کام نہ ہو۔ یہاں تک کہ کھانا' پینا' سونا' ہنسنا' بولنا بھی۔ حضورؐ یہ سارے کام کرتے تھے' آپؐ عبد کامل تھے' آپؐ کا کوئی کام ایسا نہ تھا جو بندگی کا کام نہ ہو۔ لیکن دوسری طرف جو زیادہ ضروری ہے وہ یہ کہ ہر کام صرف اللہ کے لیے کرو' صرف مرضات اللہ کے لیے اور لوجہ اللہ کرو: وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ (البقرہ ۲:۲۰۷۔ دوسری طرف انسانوں ہی میں کوئی ایسا بھی ہے جو رضائے الٰہی کی طلب میں اپنی جان کھپا دیتا ہے) اور اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِ الْاَعْلٰی (اللیل ۹۲:۲۰۔ وہ تو صرف اپنے رب برتر کی رضاجوئی کے لیے کام کرتا ہے)' کے زمرے میں شامل ہو۔ اس کے بغیر بڑے سے بڑا دینی کام --- نماز' قرآن' شہادت' انفاق --- بھی دنیاوی کام ہے۔ اس کے ساتھ' چھوٹے سے چھوٹا دینی کام' اور دنیا کا ہر کام' میزان میں وزنی ہے۔ یہ اخلاص حاصل کر لو گے تو کم عمل بھی کفایت کرے گا' دل و زندگی میں اللہ کا رنگ پیدا کرے گا۔ دل میں' زندگی میں' باہمی تعلقات میں' دنیا میں سارے فساد اور بگاڑ کی جڑ اخلاص کا فقدان ہے' خاص طور پر دینی کاموں میں۔

اپنی نیت کو اللہ کے لیے خالص کرنا' اور خالص رکھنے کی کوشش میں لگے رہنا --- یہ مختصر اور آسان نسخہ ہے' خلاصہ ہے' سارے دین کا' اور ساری زندگی کو دین کے مطابق بنانے کا۔ اللہ کو ہر وقت یاد کرنے اور یاد رکھنے کا بھی سب سے موثر نسخہ یہی ہے۔ یہی دائمی اور ہمہ وقتی ذکر ہے۔

۷۔ ہر کام اللہ کے لیے کرنا آسان ہو گا' جب تم ہر وقت یہ یاد رکھو گے کہ یہ کام اللہ کے سامنے

پیش ہو گا' اور اسی صورت میں قبول ہو گا کہ صرف اسی کی رضاجوئی کے لیے ہو۔ اس کے ساتھ اپنی نگاہ جنت اور جہنم پر بھی رکھو' جس اجر و ثواب یا عذاب و عتاب کا وعدہ کیا گیا ہے' اس کی طلب یا اس سے بچنے پر نگاہ رکھو۔ جنت کا لالچ اور نار جہنم کا خوف' یہ دو چیزیں بندگی کی راہ پر تمہارے دو مضبوط بازو ثابت ہوں گے: یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدہ ۳۲:۱۶۔ اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے ہیں)۔ اسی لیے حضورؐ بشیرو نذیر بنا کر بھیجے گئے تھے کہ لالچ اور خوف سے طبیعتوں کو بندگی کے لیے تیار کریں۔

۸۔ اللہ کی یاد کو مضبوطی کے ساتھ پکڑلو۔ ہر طرح اس کا اہتمام کرو۔ ہر وقت کرو: صبح و شام' رات دن کرو۔ ہر حالت میں کرو: کھڑے' بیٹھے' لیٹے کرو۔ اللہ کی یاد سے ہی دل کی طمانیت کا سامان کرو' اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

۹۔ یاد رکھو کہ وہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ تم دو ہو' تو تیسرا وہ ہے' جو سب کچھ دیکھ رہا ہے' سن رہا ہے۔ دل کی گہرائیوں میں جو کچھ ہے وہ بھی جانتا ہے۔ کل کیا ہو گا یہ بھی اس کے علم میں ہے' اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔

۱۰۔ یاد رکھو کہ اس کائنات میں صرف اس کا حکم چلتا ہے' اور کسی کا نہیں۔ ہر چیز اسی کی ملکیت ہے' اس کی تابع ہے۔ وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے' کوئی چیز' کوئی کام اس کی قدرت سے باہر نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ اِنَّمَا اَمْرُهٗ اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ (یٰسٓ ۳۶:۸۲۔ وہ تو جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس کا کام بس یہ ہے کہ اسے حکم دے کہ ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے)۔

(دوسری اور آخری قسط آیندہ ماہ ملاحظہ فرمایئے)

محترم خرم مرادؒ کا وصیت نامہ مکمل (۴۰ صفحات) یکم اپریل سے دستیاب ہو گا۔
قیمت فی عدد ۵۰/۷ روپے' فی سیکڑہ ۵۰۰ روپے۔ آرڈر سے مطلع فرمایئے
منشورات' منصورہ' لاہور' ۵۴۵۷۰' فیکس: ۷۸۳۲۱۹۴ / ۰۴۲